

قائد جنگ آزادی

علامہ فضل حق خیر آبادی

یسین اختر مصباحی

بانی و صدر دارالعلوم، ڈاکٹر گلبرہ، نئی دہلی - ۲۵

قائدِ جنگِ آزادی علامہ فضلِ حق خیر آبادی

نیس اختر مصباحی

دارالقلم، ڈاکٹرنگر، نئی دہلی

انقلاب ۱۸۵۷ء میں علمائے کرام نے مذہبی فریضہ کے طور پر انگریزوں کے خلاف جہاد کے فتاویٰ جاری کیے اور عملی طور پر بھی جنگ میں شریک ہو کر مجاہدین کے حوصلے بڑھائے اور انقلابیوں کی بھرپور قیادت کی جن میں قائدِ جنگِ آزادی علامہ فضلِ حق خیر آبادی، دلاور جنگ مولانا احمد اللہ شاہ مدراسی، مولانا فیض احمد عثمانی بدایونی کا نام سب سے نمایاں ہے۔ مولانا مدراسی اپنے پیرومرشد حضرت محراب شاہ قلندر گوالیاری کے حکم پر تقریباً ۱۸۳۶ء سے انگریزوں کے خلاف اپنی منصوبہ بند خفیہ مہم چلا رہے تھے جسے علامہ خیر آبادی کے ہم سبق ساتھی مفتی صدر الدین آزر دہلوی کی سرپرستی حاصل تھی۔

مشہور علمائے انقلاب ۱۸۵۷ء میں چند سربراہانِ آزر دہلوی حضرات کے نام یہ ہیں۔ علامہ فضلِ حق خیر آبادی، مفتی صدر الدین آزر دہلوی، مولانا سید کفایت علی کاتی مراد آبادی، مفتی عنایت احمد کاکوری، مولانا رحمت اللہ کیرانوی، مولانا ڈاکٹر وزیر خاں اکبر آبادی، مولانا امام بخش صہبائی دہلوی، مفتی مظہر کریم دریابادی۔

رئیس احمد جعفری ندوی (۱۹۱۲ء-۱۹۶۸ء) لکھتے ہیں:

”اس حقیقت سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ ۱۸۵۷ء کے غدر میں علمائے نے نمایاں حصہ لیا۔ بقول ایک اہل علم اور محقق کے:

مولانا فضلِ امام صدر الصدور دہلی، مفتی صدر الدین خاں آزر دہلوی، مفتی عنایت احمد کاکوری، مصنف صدر امین کول و بریلی، مولانا فضلِ رسول بدایونی سررشتہ دار کلکٹری صدر دفتر سہوان، مفتی انعام اللہ گوپا مسوی قاضی دہلی و سرکاری وکیل الہ آباد، مولانا مفتی لطف اللہ علی گڑھی سررشتہ دار امین بریلی، علامہ فضلِ حق خیر آبادی سررشتہ دار ریزیدہ دہلی و صدر الصدور لکھنؤ و مہتمم حضور

تحصیل آودھ، مولوی غلام قادر گوپامسوی ناظر سررشتہ دار عدالت دیوانی و تحصیل دار گوڑ گاؤں، مولوی قاضی فیض اللہ کشمیری سررشتہ دار صد الصدور دہلی وغیرہ۔ یہ سب اس وقت کے بے نظیر و عدیم المثال اکابر علمائے تھے۔ حکومت کی باگ ڈور انہیں کے ہاتھوں میں تھی۔

مسلمانوں کی سلطنت کی بربادی ان کے لئے ناقابل برداشت تھی۔ موقعہ کا انتظار تھا۔ ۱۸۵۷ء کا وقت آیا تو سب میں پیش پیش یہی حضرات تھے۔

والیان ریاست اور اراکین دولت میں ناقوس حریت پھونکنے والے یہی تھے۔ عوام کو ابھارنا اور فتوے جہاد جاری کرنا انہیں کا کام تھا۔

اور انقلاب ۱۸۵۷ء کے بعد سب سے زیادہ مصائب اٹھانے اور آتش حریت میں جلنے والے یہی شمع شبستانِ آزادی کے پروانے تھے۔

(ص ۸۵۵۔ بہادر شاہ ظفر اور ان کا عہد، مؤلفہ رئیس احمد جعفری ندوی، طبع اول کتاب منزل لاہور۔ سال طبع ندارد۔ تقدیم کتاب از مؤلف مورخہ دسمبر ۱۹۵۵ء)

تاریخ انقلاب پر لکھی گئی کتابوں کے عام اندازہ کے مطابق لگ بھگ پندرہ ہزار علمائے اور کئی لاکھ مسلمان جنگِ آزادی ۱۸۵۷ء میں شہید کیے گئے تھے۔

مذکورہ علمائے کو جن علمائے و مشائخِ سلف سے کسی نہ کسی شکل میں فکری و عملی رہنمائی ملی ان میں سے چند اہم نام درج ذیل ہیں:

- (۱) حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (متوفی ۱۱۷۶ھ / ۱۷۶۲ء) (۲) حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں مجددی دہلوی (متوفی ۱۱۹۵ھ / ۱۷۸۱ء) (۳) حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی (متوفی ۱۲۳۹ھ / ۱۸۲۳ء) (۴) حضرت قاضی ثناء اللہ مجددی پانی پتی (متوفی ۱۲۲۵ھ / ۱۸۱۰ء) (۵) حضرت شاہ رفیع الدین محدث دہلوی (متوفی ۱۲۳۳ھ / ۱۸۱۸ء) (۶) حضرت مفتی محمد عوض بریلوی (متوفی ۱۲۳۶ھ / ۱۸۲۱ء) (۷) حضرت مفتی شرف الدین رام پوری (متوفی ۱۲۶۸ھ / ۱۸۵۲ء)

امام الحکمتہ والکلام قائدِ جنگِ آزادی علامہ فضل حق خیر آبادی (متوفی ۱۲۷۸ھ / ۱۸۶۱ء) کی دینی و علمی اور ادبی و سیاسی خدمات نے اپنے پورے عہد کو متاثر کیا اور آپ کے نقوشِ فکر و عمل آج بھی اہل وطن اور سوادِ اعظم اہل سنت و جماعت کے لئے مشعلِ راہ ہیں۔

علم و فضل کے لحاظ سے علامہ فضل حق خیر آبادی جامع منقول و معقول عالمِ تبخیر اور یگانہ عصر

فاضلِ جلیل تھے۔ ریسمانہ شان و شوکت کے ساتھ قلندرانہ جرأت و استقامت کے بھی پیکر تھے۔ اور وہ فکر و تحقیق کی بلند چوٹی پہ فائز ایک ایسے ”بلند پرواز شاہین“ تھے جس کی مختلف علوم و فنون پر غائرانہ و مجتہدانہ نظر اور تجزیات و کلیاتِ علوم و فنون متداولہ سب پر ان کی دسترس اور گرفت یکساں تھی۔

علامہ فضل حق خیر آبادی نے سوادِ اعظم اہل سنت و جماعت کے قدیم و متوارث عقائد و معمولات سے مزاحم و متضادم جدید مذہبی افکار و رجحانات کا شرعی مؤاخذہ اور سخت تعاقب فرمایا جس پر ”تحقیق الفتویٰ“ اور ”امتناع النظیر“ جیسی آپ کی شاہکار کتابیں شاہدِ عدل ہیں۔ ہندوستان کے مشہور خطہٴ اودھ کا ایک مردم خیز قصبہ خیر آباد (ضلع سیتاپور، اتر پردیش) قاعدہٴ جنگِ آزادی علامہ فضل حق خیر آبادی (۱۷۹۷ء - ۱۸۶۱ء) کا وطنِ اصلی ہے۔ ابتدائی تعلیم کے بعد علامہ خیر آبادی دہلی آ گئے۔ دہلی میں اپنے والد ماجد علامہ فضل امام خیر آبادی صدر الصدور (چیف جسٹس) دہلی (وصال ۱۲۴۰ھ / ۲۵ - ۱۸۲۴ء) و شاہ عبدالقادر محدث دہلوی (وصال ۱۲۳۰ھ / ۱۸۱۵ء) و شاہ عبد العزیز محدث دہلوی (وصال ۱۲۳۹ھ / ۲۴ - ۱۸۲۳ء) سے اعلیٰ تعلیم حاصل کر کے بمبر تیرہ سال ۱۲۲۵ھ / ۱۸۱۰ء میں فارغ التحصیل ہوئے اور زندگی بھر آپ درس و تدریس و تصنیف و تالیف سے کسی نہ کسی شکل میں وابستہ رہے۔ آپ کی متعدد اہم دینی و علمی تصانیف مطبوعہ و غیر مطبوعہ موجود ہیں۔ آپ کے شاگردوں میں ہندوستان کے جلیل القدر علما مثلاً مولانا عبدالحق خیر آبادی فرزند علامہ فضل حق خیر آبادی، مولانا ہدایت اللہ جون پوری، مولانا عبدالقادر بدایونی فرزند علامہ فضل رسول بدایونی، مولانا فیض الحسن سہارن پوری جیسے مشاہیر اور مولانا ابوالکلام آزاد کے والد مولانا خیر الدین دہلوی اور خواجہ الطاف حسین حالی کے استاذ مولانا قلندر علی زبیری پانی پتی جیسے حضرات شامل ہیں۔

حکیم محمود احمد برکاتی ٹوکی (کراچی) نبیرہ حکیم سید برکات احمد ٹوکی (متوفی ۱۳۴۷ھ / ۱۹۲۸ء) تلمیذ علامہ عبدالحق خیر آبادی (متوفی ۱۳۱۶ھ / ۱۸۹۸ء) نہایت اختصار کے ساتھ آپ کا تعارف اس طرح تحریر کرتے ہیں:

”ولادت ۱۲۱۲ھ / ۱۷۹۷ء - فراغتِ درس (بمعر ۱۳ سال) ۱۲۲۵ھ / ۱۸۱۰ء - ملازمتِ کمپنی ۱۲۳۱ / ۱۸۱۶ء سے کچھ قبل - ولادتِ فرزند گرامی (مولانا عبدالحق) ۱۲۴۴ھ / ۱۸۲۸ء - ولادتِ فرزند (علاء الحق) ۱۲۴۶ھ / ۱۸۳۰ء - وفاتِ والد ماجد (مولانا فضل امام

خیر آبادی) ۱۲۴۰ھ/۲۵-۱۸۲۳ء۔ کمپنی کی ملازمت (سررشتہ داری عدالت دیوانی دہلی) سے استعفاء ۱۲۴۵ھ/۱۸۳۱ء کے اواخر میں۔ ملازمت ریاست جھجھر میں ۱۲۴۶ھ/۱۸۳۲ء۔ پھر چند سال اُلو، سہارن پور اور ٹونک میں قیام کے بعد ۱۲۵۶ھ/۱۸۴۰ء سے ۱۲۶۳ھ/۱۸۴۸ء تک ریاست رام پور میں قیام (محکمہ نظامت اور مرافعہ عدالتین کے حاکم کی حیثیت سے) ۱۲۶۳ھ/۱۸۴۸ء سے ۱۲۷۲ھ/۱۸۵۶ء کے اوائل تک لکھنؤ میں قیام (کچہری حضور تحصیل کے مہتمم اور صدر الصدور کی حیثیت سے) ۱۲۷۲ھ/۱۸۵۶ء کے ابتدائی مہینوں میں اُلو رتشریف لے آئے اور رمضان ۱۲۷۳ھ/مئی ۱۸۵۷ء میں سن ستاون کی جنگ آزادی کے آغاز پر دہلی تشریف لے آئے اور پورے ڈیڑھ سال (مئی ۱۸۵۷ء سے دسمبر ۱۸۵۸ء) تک دہلی اور اودھ کے مختلف اضلاع میں مجاہدین حریت کی رفاقت، اعانت اور قیادت فرماتے رہے۔

جنوری ۱۸۵۹ء میں گرفتار کر لیے گئے۔ مقدمہ چلا اور جرم ثابت ہونے پر تمام زرعی اور مسکونہ جائیداد اور ذخیرہ نوادر کتب خانے کی ضبطی اور حصس دوام بعور دریائے شور کی سزا سنائی گئی۔ اکتوبر ۱۸۵۹ء میں پورٹ بلیئر (جزائر انڈمان) پہنچا دیئے گئے جہاں ۱۲ صفر ۱۲۷۸ھ/اگست ۱۸۶۱ء کو ۶۶ سال کی عمر میں وصال ہوا۔ (ص ۲۰ و ۲۱۔ فضل حق اور ۱۸۵۷ء مؤلفہ حکیم محمود احمد برکاتی ٹونکی، مطبوعہ برکات اکیڈمی۔ کراچی۔ ۱۹۷۵ء)

نواب فیض محمد خاں والی ریاست جھجھر (پنجاب) کی دعوت پر جب علامہ خیر آبادی ۱۸۳۱ء میں دہلی چھوڑ کر جھجھر جانے لگے تو آخری مغل بادشاہ، بہادر شاہ ظفر (متوفی ۱۸۶۲ء، رنگون، برما) نے نہایت افسوس کا اظہار کرتے ہوئے اپنا دوشالہ آپ کو اڑھا کر پرِ نرم آنکھوں سے وداع کرتے ہوئے کہا:

”چوں کہ آپ جانے کو تیار ہیں اس لئے اب اس کے سوا میرے لئے کوئی چارہ نہیں کہ میں بھی اسے منظور کروں مگر اللہ جانتا ہے کہ لفظ وداع زبان پر لانا دشوار ہے۔ (یادگار غالب، مطبوعہ دہلی) جھجھر (پنجاب) اور ریاست اُلو روٹونک و رام پور میں ملازمت کے بعد آخر میں آپ لکھنؤ پہنچے اور وہاں صدر الصدور اور مہتمم ”حضور تحصیل“ ہوئے۔ دہلی میں بھی عرصہ تک آپ سررشتہ دار

رہے۔ دو سال تک سہارن پور میں بھی کسی عہدہ پر فائز رہے۔ آپ نے کئی معرکہ الارا کتابیں لکھیں اور آپ کے کئی شاگرد اپنے دور کے مشاہیر علما و فضلاء میں شمار ہوتے ہیں۔

علامہ فضل حق اور مفتی صدر الدین آزرہ منقولات میں شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اور معقولات میں علامہ فضل امام خیر آبادی کے شاگرد تھے۔ علامہ خیر آبادی اور مفتی آزرہ دہلوی کا گھر دہلی کے علما و فضلاء و اذبا و شجر اکا مرکز تھا۔

ماہِ مئی میں انقلاب ۱۸۵۷ء شروع ہوا تو علامہ خیر آبادی ریاست اُلو (راج پوتانہ۔ موجودہ صوبہ راجستھان) سے دہلی کئی بار آئے گئے۔ بہادر شاہ ظفر سے ملاقاتیں کیں۔ جنرل بخت خاں سے مشورے کیے اور انقلاب کی رہنمائی کرتے رہے۔

علامہ فضل حق کے دہلی پہنچنے اور فتوایے جہاد جاری کرنے کے تعلق سے غلام رسول مہر (۱۸۸۵ء۔ ۱۹۷۱ء) جو حلقہ دیوبند و اہل حدیث کے معروف مورخ ہیں وہ لکھتے ہیں کہ:

مولانا (فضل حق خیر آبادی) کے دہلی پہنچنے سے پیشتر بھی بعض لوگوں نے جہاد کا پرچم بلند کیا تھا۔ مولانا پہنچے تو مسلمانوں کو جنگ پر آمادہ کرنے کی غرض سے باقاعدہ ایک فتویٰ مرتب ہوا جس پر علما دہلی سے دست خط لیے گئے۔ میرا خیال ہے کہ یہ فتویٰ مولانا فضل حق ہی کے مشورہ سے تیار ہوا تھا اور انہیں نے علما کے نام تجویز کیے جن سے دست خط لیے گئے۔ (ص: ۲۰۰۔ ۱۸۵۷ء کے مجاہد۔ مرتبہ غلام رسول مہر، طبع سوم لاہور ۱۹۹۱ء)

علامہ فضل حق خیر آبادی کی زندگی کا ایک روشن پہلو یہ ہے کہ آپ نے انقلاب ۱۸۵۷ء میں نمایاں اور قائدانہ کردار ادا کرتے ہوئے ایسٹ انڈیا کمپنی کی غاصبانہ و ظالمانہ پیش قدمی روکنے کی بھرپور کوشش کی اور مئی ۱۸۵۷ء میں جب میرٹھ سے دہلی تک کے ہندوستانیوں نے انگریزوں کے خلاف محاذ آرائی کا آغاز کیا تو شاہجہانی جامع مسجد دہلی میں علامہ خیر آبادی نے اپنی ولولہ انگیز تقریر اور فتوایے جہاد کے ذریعہ برطانوی سامراج کی بنیادیں ہلادیں اور اس فتوایے جہاد کے نتیجے میں نوے ہزار (۹۰۰۰۰) ہندوستانی سپاہی اور فوجی دہلی میں جمع ہو کر اپنے ملک و قوم و وطن کے وقار و خود مختاری کی راہ میں جان و مال کی قربانی دینے کے لئے صف آرا کمر بستہ ہو گئے۔

ملک و ملت و امور سلطنت و رفقاء خلق سے علامہ فضل حق خیر آبادی کی دل چسپی کوئی نئی نہیں تھی بلکہ آغاز امر ہی سے تھی۔ چنانچہ انقلاب ۱۸۵۷ء سے تقریباً تیس (۳۰) سال پہلے اکبر شاہ ثانی (متوفی ۱۸۳۷ء) کے نام رعایائے شہر دہلی کے نمائندہ و ترجمان کی حیثیت سے جو

درخواست علامہ فضل حق نے تقریباً ۱۸۲۶ء میں پیش کی تھی اس سے آپ کی دوراندیشی اور سیاسی بصیرت کا بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے۔ یہ درخواست بزبان ”فارسی“ ہے جو نوائے ادب بمبئی جلد ۱۳۔ شمارہ ۳ جولائی ۱۹۶۲ء میں شائع ہو چکی ہے۔ حکیم محمود احمد برکاتی ٹوکی نے اپنی مذکورہ کتاب (فضل حق اور ۱۸۵۷ء۔ مطبوعہ کراچی) کے ضمیمہ (ص ۹۱ تا ۹۴) میں اس کو شائع کر دیا ہے۔ جس کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

”یہاں کے باشندے ہندو ہوں یا مسلمان، ملازمت، تجارت، زراعت، حرفت، زمینداری اور در یوزہ گری پر معاش رکھتے ہیں۔ انگریزوں کی حکومت کے قیام سے معاش کے یہ تمام وسائل مسدود و مفقود ہو گئے ہیں۔ ملازمت کے دروازے شہریوں پر بند ہیں۔ تجارت پر انگریزوں نے قبضہ کر لیا ہے۔ کپڑا، سوت، ظروف اور گھوڑے وغیرہ تک وہ فرنگ سے لے کر خود فروخت کر کے نفع کماتے ہیں۔ معافی داروں کی معافیاں ضبط کر لی گئی ہیں۔ کسانوں کو محاصل کی کثرت نے بد حال کر دیا ہے۔

ان چاروں طبقوں کی زبوں حالت کے نتیجے میں اہل حرفہ اور ان کے سب کے نتیجے میں در یوزہ گرتنگی معاش کے شکار ہیں۔

دہلی میں ہوڈل وغیرہ بہت سے پرگنے جاگیر میں شامل تھے اور جاگیرداروں کے یہاں ہزاروں آدمی فوج، انتظامی امور اور شاگرد پیشہ کی خدمت پر مامور تھے۔ اب یہ پرگنے اور دیہات و مواضع انگریزوں نے ضبط کر لیے ہیں اور لاکھوں کسان بے روزگار ہو گئے ہیں۔

بیواؤں کی معاش چرخہ کاتنے، رسیاں بٹنے اور چکی پیسنے پر موقوف تھی۔ اب رشی کی تجارت حکومت (کمپنی) نے اپنے ہاتھ میں لے لی ہے اور ہاتھ کی چکیوں کی جگہ پن چکیاں لگ گئی ہیں تو یہ ذریعہ معاش بھی جاتا رہا۔

عوام کی اس بے بضاعتی اور بے روزگاری کی وجہ سے اہل حرفہ اور ساہوکار بے روزگار اور رزق سے محروم ہو گئے ہیں۔

ان سب پر مستزاد چارلس مکاف نے یہ حکم دیا ہے کہ غریب زیر چوکیداری ادا کریں۔ (ولایات متحدہ اودھ و آگرہ میں ۱۸۱۴ء میں چوکیدارہ ٹیکس کا قانون نافذ ہوا۔ اسی دوران یا چند سال بعد دہلی میں بھی یہ قانون نافذ کیا گیا۔ حاشیہ کتاب)

دوسرا حکم یہ ہوا کہ ہر گلی کے دروازے پر پھانک لگایا جائے جس کا کوئی فائدہ معلوم و متصور نہیں ہے۔

تیسرا حکم یہ ہوا ہے کہ ان پھانکوں کے کھلنے اور بند ہونے کے اوقات مقرر ہوں جس سے بھی مشکلات کا سامنا ہے۔

چوتھا حکم یہ ہوا ہے کہ ہر محلے میں پانچ پانچ بیچ مقرر کیے جائیں۔“

اس درخواست سے جہاں مولانا فضل حق خیر آبادی کی سیاسی بصیرت اور عوام کے مسائل اور شہری زندگی کی مشکلات پر ان کی گہری نگاہ کا ثبوت ملتا ہے وہاں یہ بھی اندازہ ہو جاتا ہے کہ انھوں نے ان تمام مشکلات و مصائب کے سرچشمہ پر انگلی رکھ کر صحیح تشخیص کر لی تھی۔ اور اسباب کا تجسس کر کے اس کا تعین فرما دیا تھا کہ یہ سارے مسائل غیر ملکی حکمرانوں کے پیدا کردہ ہیں۔

پھر یہ نکتہ بھی قابل غور ہے کہ درخواست دہلی کے ریزیڈنٹ کے نام نہیں ہے جو شہر و ضلع کا حقیقی (عملاً) حاکم تھا۔ بلکہ ”حضور جہاں پناہ“ کے نام ہے۔ یعنی ساکنانِ دہلی کے مسائل لال قلعہ کے بے اختیار و محروم اقتدار مغل ”شہنشاہ“ (اکبر شاہ ثانی) کے سامنے پیش کی گئی ہے۔ حالانکہ لال قلعہ ۱۸۰۳ء سے ویران تھا اور اکبر شاہ ثانی کے والد شاہ عالم کی حکومت دہلی سے پالم تک رہ گئی تھی۔ اکبر شاہ ثانی کی تو صرف لال قلعہ تک محدود تھی۔ خود ”شہنشاہ“ نے کمپنی کی وظیفہ خواری پر قناعت کر لی تھی اور عوام بھی اپنی تمام ضروریات کے سلسلے میں نئے حکمرانوں کی طرف متوجہ ہوتے تھے۔ (ص ۲۴ تا ۲۶۔ فضل حق خیر آبادی اور ۱۸۵۷ء کی۔ از محمود احمد برکاتی ٹوکی۔ مطبوعہ کراچی ۱۹۷۵ء)

باشندگانِ شہرِ دہلی کے نمائندہ کی حیثیت سے علامہ فضل حق خیر آبادی کی طرف سے اکبر شاہ ثانی کی خدمت میں پیش کردہ درخواست پر ایک جامع اور فکر انگیز تبصرہ کرتے ہوئے حکیم محمود احمد برکاتی ٹوکی مزید تحریر فرماتے ہیں:

”ان حالات میں برصغیر کا ایک عالم دین۔ جس کے لئے کہا جاتا ہے کہ وہ سیاست نہیں جانتا۔ عوام کو دوبارہ لال قلعہ کے پھانک کی طرف لیے جا رہا ہے اور ان کی طرف سے درخواست لکھ کر اور ان کے حالات و خیالات کا ترجمان بن کر ان کو ”حضور جہاں پناہ“ کے دیوانِ عام میں لا کھڑا کر دیتا ہے۔

اور اس طرح ایک پیچیدہ نفسیاتی تحریک چلاتا ہے جس سے ایک طرف عوام کو دوبارہ اپنے جانے پہچانے مرکزِ حکومت سے گرہ کشائی اور حل مشکلات کی توقعات پیدا ہوں گی۔

دوسری طرف خود ان ”جہاں پناہ“ کی خودی کے بیدار ہونے کے امکانات ابھریں گے اور ان کی غیرت و حمیت بھی ممکن ہے انگڑائی لے کر جاگ اٹھے۔

تیسری طرف برطانوی حکومت کے کارکن چونکیں گے کہ یہ کیا ہو رہا ہے؟ سمت قبلہ پھر تبدیل ہو رہی ہے۔

اور وہ چونکہ کر ایک طرف تو ان مشکلات پر توجہ دیں گے، دوسری طرف شاہ کے ساتھ اپنے رویہ میں نرمی اختیار کریں گے اور ان گستاخیوں اور اہانت کو شیوں کو لگام دیں گے جن کا سلسلہ انھوں نے کئی سال سے شروع کر رکھا تھا۔ (ص ۲۷۔ فضل حق خیر آبادی اور ۱۸۵۷ء)۔ از حکیم محمود احمد برکاتی۔ مطبوعہ کراچی ۱۹۷۵ء)

یہ ہے اصل تاریخ انقلاب کا وہ تسلسل جسے علامہ فضل حق خیر آبادی کی دور بین نگاہوں نے اپنی خداداد ذکاوت و فطانت و استقامت و بصیرت سے دار السلطنت دہلی کی سر زمین پر رقم کی ہے مگر اس تاریخ کو شعوری یا غیر شعوری طور پر ڈیڑھ صدی سے مٹانے، چھپانے، بھلانے بلکہ اپنے خونِ جگر سے اس تاریخ کو رقم کرنے والے فرزندِ عظیم و بطلِ جلیل کی شخصیت و حیثیت کو مجروح و داغ دار کرنے کی بھی مذموم کوشش کی جا رہی ہے۔ اس غفلت شعاری و احسان ناشناسی و محسن کشی پر رئیس احمد جعفری و نادم سیتا پوری جیسے حضرات بھی اپنا درد و کرب نہ چھپا سکے اور انھیں لکھنا پڑا کہ:

”مولانا فضل حق خیر آبادی ایک یگانہ روزگار عالم تھے۔ عربی زبان کے مانے ہوئے ادیب اور شاعر تھے۔ علوم عقلی کے امام اور مجتہد تھے۔ اور ان سب سے بالا ان کی یہ خصوصیت تھی کہ وہ بہت بڑے سیاست داں، مفکر اور مدبر بھی تھے۔ مسندِ درس پہ بیٹھ کر وہ علوم و فنون کی تعلیم دیتے تھے اور ایوانِ حکومت میں پہنچ کر وہ دور رس فیصلے کرتے تھے۔ وہ بہادر اور شجاع بھی تھے۔ ”غدر“ کے بعد نہ جانے کتنے سورا اور رزم آرا ایسے تھے جو گوشہٴ عافیت کی تلاش میں مارے مارے پھرتے تھے، لیکن مولانا فضل حق ان لوگوں میں تھے جو اپنے کیے پر نادم و پشیمان نہیں تھے۔ انھوں نے سوچ سمجھ کر میدان میں قدم رکھا تھا اور اپنے اقدام و عمل کے نتائج بھگتنے کے لئے وہ حوصلہ مندی اور دلیری کے ساتھ تیار تھے۔ سراسیمگی، دہشت، اور خوف یہ ایسی چیزیں تھیں جن سے مولانا بالکل ناواقف تھے۔

مولانا کی شخصیت، سیرت، کردار اور علم و فضل پر ضرورت تھی کہ ایک مفصل کتاب لکھی جاتی۔ لیکن وہ ایک زود فراموش قوم کے فرد تھے۔ فراموش کر دیے گئے، اور کچھ دنوں کے بعد لوگ حیرت سے دریافت کریں گے کہ۔ یہ کون بزرگ تھے؟“ (ص ۸۵۴۔ بہادر شاہ ظفر اور ان کا عہد۔ مؤلفہ رئیس احمد جعفری، طبع اول۔ کتاب منزل لاہور)

”انگریز اور ان کے ہوا خواہ تو مولانا (فضل حق خیر آبادی) سے اس لئے ناراض تھے کہ انقلاب ۱۸۵۷ء کے سلسلے میں کسی نہ کسی نہج (بلکہ قائدانہ حیثیت سے۔ اختر مصباحی) سے ان کا نام آگیا۔ لیکن خود مسلمانوں کا ایک ”پروپگنڈسٹ گروپ“ مولانا سے اس لئے بے زار تھا کہ وہ ان کے مذہبی نظریات کے خلاف عالمانہ مجاہدہ کر چکے تھے۔

یہ باوقار علمی مباحثے کوئی ذاتی اور عامیانہ جنگ نہیں تھی جس کا سہارا لے کر مولانا خیر آبادی کے خلاف ایک مستقل محاذ قائم کر دیا جاتا۔ لیکن ہوا کچھ ایسا ہی۔“ (ص ۱۰۱۔ غالب نام آورم از نادیم سینا پوری۔ مطبوعہ لاہور)

علامہ فضل حق خیر آبادی کی بصیرت و مال اندیشی، ہمت و شجاعت اور ان کے استقلال و استقامت پر قربان جائیے کہ ایک طرف لگ بھگ ۱۸۲۶ء میں وہ برطانوی اقتدار کو نظر انداز کرتے ہوئے باشندگانِ دہلی کی قیادت و نمائندگی کرتے ہوئے اپنے قدیم مرکزِ لال قلعہ سے ان کی وابستگی مضبوط کرنے کے لئے اکبر شاہ ثانی کے دروازے پر ایک جم غفیر کے ساتھ دستک دیتے ہیں اور دوسری جانب عین حالتِ اسیری میں جزیرہ انڈمان سے اپنے ملک کے باشندوں کی اور خود اپنی داستانِ کرب و بلا (بشکل الثورۃ الھند یہ و قصائد فنیہ الھند) لکھ کر ۱۲۷۷ھ/۱۸۶۰ء میں مفتی عنایت احمد کا کوری (متوفی ۱۸۷۹ء/۱۸۶۳ء) کے بدست انڈمان سے ہندوستان لکھ بھیجتے ہیں اور اس خطرناک و زہرہ گداز اقدام پر ان کے پائے ثبات میں ذرا بھی لغزش نہیں آئی کہ انگریز ظالموں کو اگر اس کی خبر لگ گئی تو پھر اس کا انجام کتنا بھیانک ہوگا؟ ایسے ہی اصحابِ عزیمت و استقامت کی بارگاہ میں یہ شعر نذر کیے جانے کے لائق ہے اور صحیح معنوں میں یہی علمائے حق اس کے مستحق بھی ہیں کہ ان کے بارے میں کہا جائے۔

آئینِ جواں مرداں حق گوئی و بے باکی

اللہ کے شیروں کو آتی نہیں رو باہی

علامہ فضل امام خیر آبادی (علامہ فضل حق خیر آبادی کے والد ماجد) صدر الصدور (چیف جسٹس) دہلی کے ایک مقتدر و نامور شاگرد مفتی صدر الدین آزاد دہلوی (وصال ۱۸۶۸ء) بھی ۱۸۳۶ء سے ۱۸۵۷ء تک دہلی کے صدر الصدور (چیف جسٹس) رہے جو علامہ فضل حق کے گہرے دوست اور آزادی وطن کے اولین منصوبہ سازوں کے سرپرست تھے۔

۱۸۳۸ء سے اوائل ۱۸۵۶ء تک علامہ فضل حق خیر آبادی لکھنؤ کے صدر الصدور (چیف

جسٹس) تھے پھر ریاستِ آلور (میوات) کے راجہ کی خواہش و دعوت پر ریاستِ آلور سے وابستہ ہو گئے اور آخری مغل تاج دار بہادر شاہ ظفر (وصال ۱۸۶۲ء) کی ”کنگ کونسل“ جسے ”پریوی کونسل“ بھی لکھا گیا ہے اس کے علامہ فضل حق خیر آبادی ایک اہم ممبر اور پھر اس کے ڈائریکٹر بھی مقرر ہوئے۔

انگریزوں کا ایک گماشتہ جاسوس عبداللطیف اپنے روزنامچہ میں لکھتا ہے:
جب ہنگامہ (مئی ۱۸۵۷ء) برپا ہوا تو مولوی فضل حق آئے۔ دربار میں حاضر ہوئے۔
نذر پیش کی۔ روپیہ صدقے اتارے۔ انہیں انتظام سنبھالنے کی خواہش تھی۔ (ص ۹۶-۱۸۵۷ء
کاروزنامچہ۔ مرتبہ پروفیسر خلیق احمد نظامی، مطبوعہ دہلی)

منشی ذکاء اللہ دہلوی (متوفی ۱۹۱۰ء) انقلاب ۱۸۵۷ء کے وقت پچیس سالہ نوجوان تھے جو انگریز حامی ذہن رکھتے تھے، انہوں نے اپنی ضخیم تاریخی کتاب میں لکھا ہے کہ:
ضلع گوڑگانوہ (میوات) کے زمین داروں کی طرف سے درخواست آئی کہ سارے ضلع میں بد نظمی ہے۔ کوئی حاکم انتظام کے لئے بادشاہ کی طرف سے بھیجا جائے۔ بادشاہ (بہادر شاہ ظفر) نے یہ کام مولوی فضل حق کے سپرد کیا۔

مولوی (فضل حق) صاحب عالم تبحر مشہور تھے۔ وہ آلوز (میوات) سے ترک ملازمت کر کے (دہلی) آئے تھے۔ انہوں نے بادشاہ کے لئے دستور العمل لکھا تھا۔ (ص ۶۸-تاریخ عروج عہدِ سلطنتِ انگلشیہ ہند، مؤلفہ ذکاء اللہ دہلوی۔ مطبوعہ شمس المطالع دہلی۔ ۱۹۰۳ء)

انگریزوں کے ایک ہندوستانی جاسوس گوری شنکر نے ۱۸ اگست ۱۸۵۷ء کی اپنی رپورٹ میں لکھا ہے کہ:

مولوی فضل حق جب سے دہلی آیا ہے، شہریوں اور فوج کو انگریزوں کے خلاف اُکسانے میں مصروف ہے۔

(INDIAN OFFICE LONDON, MUTINY
COLLECTION NO.170- PP. 442-443)

ایک دوسرے جاسوس منشی جیون لال نے ۱۸ اگست ۱۸۵۷ء کی اپنی یادداشت میں لکھا ہے:
مولوی فضل حق نے بیان کیا کہ:

انگریزوں نے اخبار میں چھاپا ہے کہ جس وقت دہلی فتح ہوگی شہر میں قتل عام کیا جائے گا اور شہر خوب غارت ہوگا اور بادشاہی خاندان میں سے کوئی نام لینے والا پانی دینے والا نہیں ہوگا۔ اور کمالِ تأسف کی بات یہ ہے کہ سپاہیوں نے لڑائی کے قواعد چھوڑ دیے ہیں لہذا کوئی صورت انگریزوں پر فتح کی معلوم نہیں ہوتی۔

اس پر بادشاہ (بہادر شاہ ظفر) نے کہا کہ:

تم فوج میں اپنا بندوبست کرو اور آپ ان کو خود لڑانے لے جایا کرو۔

اس کے جواب میں اس (فضل حق) نے کہا کہ:

فوج بھوکوں مرتی ہے اور جب تک اس کو خرچ نہیں دیا جائے گا یہ ہرگز کسی کا کہنا نہیں مانے گی۔ اس پر (شاہی) حکم ہوا کہ:

تم اپنے ساتھ فوج لو اور خود مال گزاری کی تحصیل کرو۔ (غدر کی صبح و شام مطبوعہ دہلی ۱۹۳۶ء، مشمولہ، ص: ۲۱۲۔ سرگزشتِ دہلی۔ مؤلفہ ڈاکٹر درخشاں تاجور۔ مطبوعہ رضا لائبریری رام پور، یوپی، انڈیا)

شاہی طبیب اور برطانوی وفادار حکیم احسن اللہ خاں علامہ فضل حق خیر آبادی کے جہادِ مسلسل کا ذکر اس طرح کرتا ہے:

مولوی (فضل حق) صاحب جب بھی بادشاہ (بہادر شاہ ظفر) کے پاس آتے، بادشاہ کو مشورہ دیتے کہ: جہاد کی مہم میں اپنی رعایا کی ہمت افزائی کریں اور ان کے ساتھ باہر (میدان جنگ میں) بھی نکلیں۔ فوجی دستوں کو جس حد تک ممکن ہو بہتر معاوضہ دیں۔

(Memoirs of Hakeem Ahasanullah khan, karachi-

p:24)

سید مبارک شاہ کو تو ال دہلی بزمانہ انقلاب ۱۸۵۷ء کا بیان ہے:

بہادر شاہ ظفر نے جنرل بخت خاں، مولوی سرفراز علی اور مولوی فضل حق پر مشتمل ایک ”کنگ کونسل“ تشکیل دی تھی۔

(THE GREAT REVOLUTION OF 1857- D.S.

MOEENUL HAQUE- KARACHI, 1968- P.182-183)

بہادر شاہ ظفر سے علامہ فضل حق خیر آبادی کی ملاقات و مشورہ، علمائے دہلی سے تبادلہ خیالات اور انقلابیوں سے رسم و راہ کا یہ سلسلہ مئی ۱۸۵۷ء سے جاری رہا۔ اور جب جنرل بخت

خاں روہیلہ ۲۴ جون یا پہلی جولائی ۱۸۵۷ء کو بریلی سے چودہ ہزار فوج لے کر دہلی پہنچا تو: علامہ فضل حق خیر آبادی نے بعد نماز جمعہ جامع مسجد دہلی میں علما کے سامنے تقریر کی۔ استغنا پیش کیا۔ مفتی صدر الدین آزاد صدر الصدور دہلی، مولوی عبدالقادر، قاضی فیض اللہ دہلوی، فیض احمد بدایونی، ڈاکٹر وزیر خاں اکبر آبادی، سید مبارک شاہ رام پوری نے دست خط کیے۔

اس فتویٰ کے شائع ہوتے ہی ملک میں عام شورش بڑھ گئی۔ دہلی میں نوے ہزار سپاہ جمع ہو گئی۔ (تاریخ ذکاء اللہ دہلوی مطبوعہ دہلی ۱۹۰۳ء۔ ص: ۲۱۵۔ باغی ہندوستان مؤلفہ عبدالشہید شیروانی علی گڑھی، طبع پنجم مبارک پور۔ طبع اول مدینہ پریس بجنور، ۱۹۴۷ء۔ مع مقدمہ مولانا ابوالکلام آزاد)

انگریزوں کے مخبر چنی لال اور تراب علی کی رپورٹ ہے: مولوی فضل حق اپنے مواعظ سے عوام کو مسلسل بھڑکا رہے ہیں۔ (اخبار دہلی ۲۷-۲۸ فاکل ۱۲۷- رپورٹ از چنی لال)

مولوی فضل حق کی اشتعال انگیزیوں سے متاثر ہو کر شہزادے بھی میدان میں نکل آئے ہیں۔ سبزی منڈی (دہلی) کے پھل والے محاذ پر صف آرا ہیں۔ (اخبار دہلی۔ رپورٹ تراب علی) ستمبر ۱۸۵۷ء میں انقلاب کی ناکامی اور دہلی پر انگریزوں کے مکمل قبضہ کے بعد جب ہندوستانیوں کی روپوشی اور داروگیر کا سلسلہ شروع ہوا تو سیتا پور، آودھ سے جنوری ۱۸۵۹ء میں علامہ فضل حق خیر آبادی بھی گرفتار ہوئے اور لکھنؤ کورٹ میں آپ کے خلاف مقدمہ دائر ہوا۔ آپ نے اپنے مقدمہ کی خود وکالت کی اور جب کورٹ کے انگریز جج نے انگریزوں کے خلاف آپ کے فتوے جہاد کا ذکر چھیڑا تو آپ نے بے خوف و خطر انگریز جج کے سامنے برملا اعلان کیا کہ: ہاں! وہ فتویٰ صحیح ہے۔ اسے میں نے ہی لکھا ہے اور آج بھی میں اپنے اس فتویٰ پر قائم ہوں۔

مولانا رحمن علی نے تذکرہ علمائے ہند، مطبوعہ لکھنؤ و کراچی۔ مفتی انتظام اللہ شہابی اکبر آبادی نے ”غدر کے چند علما“ مطبوعہ دہلی۔ غلام رسول مہر نے ”۱۸۵۷ء کے مجاہد“ مطبوعہ لاہور۔ مولانا عبدالشہید شیروانی علی گڑھی نے ”باغی ہندوستان“ طبع اول مدینہ پریس بجنور ۱۹۴۷ء مع مقدمہ مولانا ابوالکلام آزاد۔ مولانا امداد صابری دہلوی نے ”داستان شرف“ مطبوعہ دہلی۔ رئیس احمد جعفری ندوی نے ”بہادر شاہ ظفر اور ان کا عہد“ مطبوعہ لاہور۔ مولانا عبدالسلام ندوی نے ”حکمائے اسلام“ جلد دوم، مطبوعہ اعظم گڑھ۔ اور حکیم محمود احمد برکاتی ٹونکی نے ”۱۸۵۷ء

اور فضل حق، ”مطبوعہ کراچی میں مذکورہ حالات و واقعات تفصیل سے لکھے ہیں۔

مفتی انتظام اللہ شہابی اکبر آبادی لکھتے ہیں:

دلاور جنگ مولوی احمد اللہ مدرسی آگرہ سے لکھنؤ آئے۔ وہ ایسٹ انڈیا کمپنی کے اقتدار کے خلاف علما میں سرگرمی عمل پیدا کر رہے تھے۔ مولانا (فضل حق خیر آبادی) بھی ان کے ہم نوا ہو گئے۔ اور سرکاری ملازمت ترک کر کے آلوڑ (میوات) چلے گئے۔ ہنگامہ ۱۸۵۷ء رونما ہوا۔ دہلی آئے۔ بہادر شاہ ظفر سے ملے۔ یہاں جنرل بخت خاں کے ٹھٹھ جے ہوئے تھے۔ نصاریٰ کے خلاف جہاد کا فتویٰ مولانا نے دیا اور اس پر مفتی صدر الدین آزر دہ، مولوی فیض احمد بدایونی، ڈاکٹر مولوی وزیر خاں اکبر آباد وغیرہ کے دست خط کرائے گئے۔ (ص ۵۶)۔ علمائے حق اور ان کی مظلومیت کی داستانیں۔ مؤلفہ انتظام اللہ شہابی اکبر آبادی)۔

مولانا سعید احمد اکبر آبادی فاضل دارالعلوم دیوبند و سابق صدر شعبہ سنی دینیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، یوپی لکھتے ہیں:

ان (مولانا فضل حق خیر آبادی) کا ایک الگ مستقل فتوے جہاد تھا جس کا ذکر ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کی اسلامی تاریخوں میں تفصیل کے ساتھ کیا گیا ہے۔

..... انہوں (فضل حق خیر آبادی) نے ہر چیز سے بے نیاز ہو کر دلی کی جامع مسجد میں نماز جمعہ کے بعد جہاد کے واجب ہونے پر ایک نہایت ولولہ انگیز تقریر کی اور اس کے بعد جہاد کے ایک فتویٰ کا اعلان ہوا۔ جس پر مفتی صدر الدین آزر دہ، مولانا فیض احمد بدایونی، ڈاکٹر وزیر خاں اکبر آبادی اور دوسرے علما کے دست خط تھے۔ (ص ۴۲)۔ ہندوستان کی شرعی حیثیت از مولانا سعید احمد اکبر آبادی۔ مطبوعہ علی گڑھ)

تاریخ آزادی کے مشہور مؤرخ رئیس احمد جعفری ندوی (فاضل دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ) لکھتے ہیں:

مولانا فضل حق خیر آبادی بادشاہ (بہادر شاہ ظفر) کے معتمد، مقرب اور مشیر تھے۔ ان کے دربار میں شریک ہوا کرتے تھے۔ انہیں اہم معاملات و مسائل پر مشورے دیا کرتے تھے اور اس بات کے داعی و ساعی تھے کہ آزادی کی یہ تحریک کامیاب ہو اور انگریز اس دیس سے ہمیشہ کے لئے رخصت ہو جائیں۔

مولانا (فضل حق) نے غدر (۱۸۵۷ء) میں دلیری اور جرأت کے ساتھ علانیہ حصہ لیا۔ انہوں نے متعدد وایان ریاست اور اُمراء ہند کو اس تحریک میں شامل کرنے کی کوشش

کی۔ جس جس والی ریاست سے ان کے ذاتی تعلقات و مراسم تھے خواہ ہندو ہو یا مسلمان خود اس کے پاس پہنچے اور اسے آزادی وطن کا واسطہ دے کر اس جدوجہد میں شریک کرنے کی کوشش کی۔

حقیقت یہ ہے کہ اس تحریک کو مولانا (فضل حق) کی شرکت سے بڑی تقویت ملی۔ (ص ۸۶۲۔ بہادر شاہ ظفر اور ان کا عہد، مؤلفہ رئیس احمد جعفری ندوی۔ طبع اول کتاب منزل لاہور) مولانا حسین احمد مدنی سابق شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند و صدر جمعیۃ العلماء ہند لکھتے ہیں: جس مخبر نے ان (فضل حق خیر آبادی) کو گرفتار کرایا تھا اس نے (لکھنؤ کورٹ میں) انکار کر دیا کہ مجھے نہیں معلوم کہ فتوے جہاد پر جس نے دست خط کیے ہیں وہ یہ فضل حق ہیں یا کوئی اور ہیں؟

مولانا (فضل حق خیر آبادی) نے فرمایا: مخبر نے جو رپورٹ پہلے لکھوائی تھی وہ بالکل صحیح ہے کہ فتویٰ میرا ہے۔ اب میری شکل و صورت سے مرعوب ہو کر یہ جھوٹ بول رہا ہے۔ قربان جائے علامہ کی شان استقلال پر! خدا کا شیر گرج کر کہہ رہا ہے کہ: میرا اب بھی وہی فیصلہ ہے کہ انگریز غاصب ہے اور اس کے خلاف جہاد کرنا فرض ہے۔ خدا کے بندے ایسے ہی ہوا کرتے ہیں۔ وہ جان کی پروا کیے بغیر سر بکف ہو کر میدان میں نکلتے ہیں اور لومڑی کی طرح ہیر پھیر کر کے جان نہیں بچاتے ہیں بلکہ شیروں کی طرح جان دینے کو فخر سمجھتے ہیں۔

(ص ۶۵۔ تحریک ریشمی رومال، مؤلفہ مولانا حسین احمد مدنی، مطبوعہ کلاسیک لاہور) ڈبلیو ڈبلیو ہنٹر علامہ فضل حق خیر آبادی کے صاحبزادے مولانا عبدالحق خیر آبادی (وصال ۱۸۹۸ء) کے بارے میں لکھتا ہے:

موجودہ ہیڈ مولوی اس عالم دین کے صاحبزادے ہیں جن کو ۱۸۵۷ء کے غدر نے نمایاں کر دیا تھا اور جنہوں نے اپنے جرموں کا خمیازہ اس طرح بھگتا تھا کہ بحر ہند کے ایک جزیرہ (انڈمان/کالا پانی) میں تمام عمر کے لئے جلا وطن کر دیے جائیں۔

اس غدار عالم دین (فضل حق خیر آبادی) کا کتب خانہ جس کو حکومت ہند نے ضبط کر لیا تھا۔ اب کلکتہ کالج میں موجود ہے۔ (ص ۲۰۳۔ ہمارے ہندوستانی مسلمان، مؤلفہ ڈبلیو ڈبلیو ہنٹر۔ مطبوعہ الکتاب انٹرنیشنل۔ بٹلہ ہاؤس، جامعہ نگر، نئی دہلی ۲۵)

علامہ فضل حق خیر آبادی کے اسی فرزند مولانا عبدالحق خیر آبادی (وصال ۱۸۹۸ء) کے

بارے میں مولانا عبدالشاہد شیروانی علی گڑھی سابق لائبریرین لٹن لائبریری (مولانا آزاد لائبریری) مسلم یونیورسٹی علی گڑھ۔ یوپی لکھتے ہیں:

مولانا عبدالحق خیر آبادی نے آخر وقت یہ وصیت بھی فرمائی کہ:

”جب انگریز ہندوستان سے چلے جائیں تو میری قبر پر خبر کر دی جائے“

چنانچہ پندرہ اگست ۱۹۴۷ء کو رفیق محترم مولوی سید نجم الحسن رضوی خیر آبادی نے مولانا (عبدالحق خیر آبادی) کے مدفن (درگاہ مخدومیہ، خیر آباد ضلع سیتاپور، یوپی) پر ایک جم غفیر کے ساتھ حاضر ہو کر میلاد شریف کے بعد قبر پر فاتحہ خوانی کی۔ خبر سنا کر وصیت پوری کی۔ جزاء اللہ خیر الجزای۔ (ص ۱۲۔ مقدمہ زبدۃ الحکمہ از عبدالشاہد شیروانی علی گڑھی۔ مطبوعہ علی گڑھ ۱۹۴۹ء)

قائد جنگ آزادی علامہ فضل حق خیر آبادی کو ۳۰/ جنوری ۱۸۵۹ء کو سیتاپور (یوپی) سے گرفتار کر کے ۲۱/ فروری ۱۸۵۹ء کو آپ کے خلاف لکھنؤ کورٹ میں مقدمہ چلایا گیا اور ۴/ مارچ کو الزام بغاوت میں تمام جائد کی ضبطی اور کالا پانی کی سزا سنائی گئی۔ کالا پانی (جزیرہ انڈمان) ہی میں ۱۲/ صفر ۱۲۷۸ھ/ مطابق ۲۰/ اگست ۱۸۶۱ء کو آپ کا وصال ہوا اور وہیں مدفون ہوئے۔

اب ۲۰۱۱ء میں علامہ فضل حق خیر آبادی کے وصال کو ڈیڑھ سو سال پورے ہو رہے ہیں اس لئے برصغیر ہندو پاک و بنگلہ دیش کا مشترکہ فریضہ ہے کہ وہ اپنے اس عظیم محسن و قائد ملک و وطن کا عظیم الشان ڈیڑھ سو سالہ جشن (از جنوری تا دسمبر ۲۰۱۱ء) منا کر اس کی بارگاہ میں خراج تحسین و عقیدت پیش کریں۔ اور اپنے اسلاف کی روشن خدمات اور بے مثال قربانیوں سے نئی نسل کو واقف کرانے کے ساتھ اس کے اندر قوم و ملت کی خدمت اور وفاداری کا جذبہ پیدا کریں۔

☆☆☆

ڈیڑھ سو سالہ جشن قائد انقلاب ۱۸۵۷ء علامہ فضل حق خیر آبادی

☆ جو منقولات بالخصوص علم حدیث میں شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی و شاہ عبدالقادر دہلوی اور معقولات میں اپنے والد ماجد علامہ فضل امام خیر آبادی صدر الصدور دہلی کے تربیت یافتہ اور پروردہ ہیں۔

☆ جن کے مذہبی و علمی سلسلہ خیر آباد سے وابستہ علمائے کرام کے فیضان سے ہندو پاک کا چپہ چپہ سیراب و شاداب اور گوشہ گوشہ روشن و منور ہے۔

☆ جن کے قلم کا شہ کار ”امتناع النظیر“ اور ”تحقیق الفتویٰ فی ابطال الطغویٰ“ جیسی ایمان افروز اور روح پرور کتابیں ہیں۔

☆ جن کے تلامذہ اور شاگردوں میں جلیل القدر علما مثلاً مولانا عبدالحق خیر آبادی و مولانا ہدایت اللہ جون پوری و مولانا عبدالقادر عثمانی بدایونی و مولانا فیض الحسن سہارن پوری جیسے مشاہیر اور خواجہ الطاف حسین حالی کے استاذ مولانا قلندر علی زبیری پانی پتی، مولانا ابوالکلام آزاد کے والد مولانا خیر الدین دہلوی اور مولانا مناظر حسن گیلانی کے والد مولانا محمد حسن گیلانی جیسے حضرات شامل ہیں۔

☆ جنہوں نے تقدیس الوہیت و تعظیم نبوت اور احیائے ملت کی راہ میں اپنی علمی و قلمی توانائی صرف کر کے حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور مجدد الہ ثانی شیخ احمد سرہندی کی یاد تازہ کر دی۔

☆ جو آخری مغل تاج دار بہادر شاہ ظفر کے معتقد مشیر اور ان کی ”کنگ کونسل“ کے ڈائریکٹر تھے۔

☆ جنہوں نے انقلاب ۱۸۵۷ء کے بحرانی حالات میں مسلم اقتدار کے استحکام و مرکزیت کے لئے دستور حکومت کا تحریری خاکہ مرتب کیا۔

☆ جنہوں نے انقلاب ۱۸۵۷ء کے دوران شاہجہانی جامع مسجد دہلی میں انگریزوں کے خلاف ولولہ انگیز تقریر کر کے اہل وطن کے سینوں میں جذبہ تحریریت پیدا کیا۔

☆ جن کے تحریر کردہ فتوے جہاد اور تصدیقاتِ علمائے کرام کے نتیجے میں نوے

ہزار (۹۰۰۰۰) حریت پسند سپاہ دہلی کے اندر جمع ہو کر انگریزوں کے خلاف صف آرا ہو گئی۔
 ☆ جنہیں جنوری ۱۸۵۹ء میں گرفتار کر کے لکھنؤ کورٹ میں مقدمہ سے دو چار کیا گیا تو انگریز جج کے
 سامنے اپنے فتویٰ کا اعلان کرتے ہوئے فرمایا کہ: ہاں! وہ فتویٰ میں نے دیا ہے کہ انگریز ظالم و غاصب ہیں
 اور ان کے خلاف جہاد فرض ہے۔

☆ جن کے خلاف سزائے عمر قید درجزیرہ انڈمان/کالا پانی کا فیصلہ سنایا گیا تو آپ کی پیشانی پر
 بل تک نہ آیا۔ اور صبر و استقلال کے ساتھ انگریزی مظالم برداشت کرتے ہوئے
 بتاریخ ۱۲/ صفر ۱۲۷۸ھ/ ۲۰/ اگست ۱۸۶۱ء جزیرہ انڈمان میں اپنے خالق و مالک حقیقی کی بارگاہ میں پہنچ
 گئے۔

۲۰۱۱ء میں اس قائد انقلاب علامہ فضل حق خیر آبادی کی ڈیڑھ سو سالہ یادگاری تقریبات کا انعقاد ہمارا قومی دہلی و مکی فریضہ

ہے۔

